مرثیہ
انسانیت اور مذہب

تعداد بند......۱۰۸

شاعر اہلبیت مولوی سید قائم مہدی نقوی ساحرؔ اجتہادی کراچی، پاکستان

(۱)

جب آج کا یہ تمدن عروج پر آیا
نہالِ گلشنِ تہذیب میں ثمر آیا
جلا شعور نے پائی ، عمل نکھر آیا
کمالِ علم کی حد پر بشر نظر آیا
خرد کی بزم میں فطرت کے راز کھلنے لگے
علوم نو کی ترازو میں ذہن تلنے لگے

(۲)

وہ برق و باد کی منھ زوریاں وہ طراری
وہ سوز مہر، وہ ذرے کے دل کی چنگاری
جو قوتیں تھیں رگ کائنات میں جاری
وہ آدمی کے تصرف میں آگئیں ساری
یہ جتنے دیو قوی تھے ، انھیں کمند کیا
علوم تازہ کی بوتل میں جن کو بند کیا

(۳)

نئے جو وادیٔ ایجاد میں کھلے رستے
زمیں نئی ہوئی دریافت آسمان نئے
فروغ پائے جو ابلاغ کے ذرائع نے
زمیں سکڑنے لگی ، فاصلہ سمٹنے لگے
یہ فصل وصل رقیبوں کے کچھ نہ کام آیا
اُدھر سلام گیا ، اس طرف پیام آیا

(۴)

نتیجتاً ہوئے قوموں میں ربط قائم جب
دیا شعور سیاسی نے سوچنے کا یہ ڈھب
کسی کا کوئی عقیدہ ہو ، کوئی ہو مذہب
نہ بننے پائے یہ باہم منافرت کا سبب
تعلقات میں مذہب سے ہٹ کے بات کرو
سیاسیات میں چاہو تو ڈٹ کے بات کرو

(۵)

انھیں روابطِ باہم دگر کے زیرِ اثر
غریب قوموں نے بیچی متاع فکر و نظر
بنامِ آدمیت آئے لے کے صاحبِ زر
وہ نقد سب کی نظر جم کے رہ گئی جن پر
ہزار رنگ کے جلوؤں میں کھو گئیں آنکھیں
چمک سے ان کی چکا چوند ہو گئیں آنکھیں

(۶)

تھی اب یہ فکر کہ یہ سب سخی، یہ اُن داتا
ہمارے دین کے پیرو نہ آشنائے وفا
برائے نام ہے مذہب سے کوئی وابستا
کسی نے توڑ لیا ہے خدا سے بھی رشتا
کہیں عقیدہ و مسلک انھیں خطا نہ کرے
یہ بت ملول ہوں عشاق سے، خدا نہ کرے

(۷)

عجیب منزل دشوار تھی یہ فکر مفاد
کہ باغبان ہو ناخوش نہ ہو خفا صیاد
کہا سیاست زر نے کہ جھولیاں آباد
ضمیر سر جو اٹھائے ، ضمیر مردہ باد
جو مصلحت سے بھری ہوں وہ تھیلیاں لاؤ
ضمیر و مسلک و مذہب کو کیوں یہاں لاؤ

(۸)

ادھر وہ حلقہ دانشوران دہر پسند
جو اک عقیدۂ الحاد کے عقیدت مند
وہاں سے ڈالتے تھے طائر خرد پہ کمند
جہاں تھیں فکر کی مذہب اساس راہیں بند
بہ اقتضائے سیاست تھا دیں سے عار انھیں
یہ زعم تھا کہ ہے انسانیت سے پیار انھیں

(۹)

وہ اپنے دینِ سیاست کے عام کرنے کو
اٹھے یہ کہہ کے دنیا کو فکر تازہ دو
وہاں، جہاں میں جہاں غربت و جہالت ہو
بجائے دین کے انسانیت کی بات کرو
کہو کہ جتنے بھی انساں ہیں، بھائی بھائی ہیں
ز روئے نسبت آدمؑ سب اک اکائی ہیں

(۱۰)

کہو کہ دین کی بنیاد ہے تعصب پر
جبھی تو آج جو ہر سمت آرہا ہے نظر
فساد و بغض و عداوت عناد و فتنہ و شر
یہ آدمی پہ ہے مذہب کی قوتوں کا اثر
بشر کو تنگ نگاہی یہی سکھاتا ہے
خدا کے نام پہ انسان کو لڑاتا ہے

(۱۱)

جہان نو کے وسیع النظر بشر کے نام
ہم آج آئے ہیں انسانیت کا لے کے پیام
ہمارے دین سیاست میں کوئی رب ہے نہ رام
ہماری فکر کا مسلک ہر آدمی پہ سلام
کسی کو کوئی نہ سمجھے کبھی غلام اپنا
یہی پیام ہے ہر آدمی کے نام اپنا

(۱۲)

بڑا حسین تصور ہے یہ بشر کے لئے
مگر ہے شرطِ وفا ہر گروہ انساں سے
نہ اختلافِ عقائد سے اس میں فرق آئے
خلوصِ فکر ہمیشہ بروئے کار رہے
اگر نظر سے نہاں یہ اصول اساسی ہیں
برابری کے یہ دعوے فقط سیاسی ہیں

(۱۳)

یہ فکر جس کی بنا ہے سیاست دنیا
ہے اہلِ حق کے لئے اک کھلا ہوا دھوکا
جہاں میں دین وشریعت سے اور بڑھ کے بھلا
ہے قدرداں کوئی انسانیت کی قدروں کا
اگر حقیقت مذہب نہ درمیاں ہوتی
تو بزمِ دہر میں انسانیت کہاں ہوتی

(۱۴)

ہے امتیاز سے انسانیت اگر عاری
صفت ہے اس کی مساوات، عدل، غم خواری
جہاد فقر سے پیہم ، سخاوت جاری
تو لے کے آیا ہے مذہب یہ نعمتیں ساری
وہ ایک بوند ہے اور بحر بے کراں مذہب
کہاں تصور انسانیت ، کہاں مذہب

(۱۵)

یہ کائنات جو ہے وسعتوں میں لا محدود
ہے اس کا چھوٹا سا اک جزو آدمی کا وجود
مگر ہے دو جہتوں سے بشر کی ہست و بود
جو ایک سمت ہیں بندے تو اک طرف معبود
جو لوگ دم یہاں انسانیت کا بھرتے ہیں
وہ صرف ایک ہی رشتے کی بات کرتے ہیں

(۱۶)

بقول ان کے اہم ہیں تمدنی رشتے
کہ بس سماج ہی سب کچھ ہے آدمی کے لئے
غرض ہے صرف رواداری و اخوت سے
ہیں اس کے ساتھ ہی کچھ حریت کے بھی نعرے
یہ بات ٹھیک بھی ہے ظلم کے خلاف بھی ہے
مگر خدا کی خدائی سے انحراف بھی ہے

(۱۷)

نظر میں ان کی اہم زہد ہے نہ ہے کردار
نہ علم و فضل ، نہ عدل و صداقت و ایثار
نہ حق شناس نگاہیں ، نہ حق پسند شعار
جہاد نفس کسوٹی نہ حق رسی معیار
فقط شعور سیاسی پہ فیصلہ ٹھہرا
عمل ہر ایک کا ذاتی معاملہ ٹھہرا

(۱۸)

ادھر یہ نعرۂ انسانیت اُدھر مذہب
جو کچھ سیاست دنیا کی مصلحت کے سبب
تو کچھ جہالت و ملائیت کے سہہ کے تعب
بنا ہے اب ہدف دشمنان مسلک رب
محیطِ ظاہر و باطن ہے نظم و ضبط اس کا
خدا سے بھی ہے، خدائی سے بھی ہے ربط اس کا

(۱۹)

خلوص و عشق و وفا کا پیام ہے مذہب
حیاتِ حق کا مکمل نظام ہے مذہب
سیاستوں سے بلند اک مقام ہے مذہب
دراصل فرض شناسی کا نام ہے مذہب
دلوں میں درد کا احساس یہ جگاتا ہے
یہ اہل دل کی طرح سب کے کام آتا ہے

(۲۰)

بشر نے پائی ہے مذہب سے جرأتیں کیا کیا
جفا و جور کو دی ہیں ہزیمتیں کیا کیا
صنم کدوں کی بگاڑی ہیں صورتیں کیا کیا
روایتوں سے ہوئی ہیں بغاوتیں کیا کیا
رخ حیات بشر کا نکھار ہے مذہب
عجیب نعمت پروردگار ہے مذہب

(۲۱)

جب اس بشر نے قدم اس زمیں پہ رکھا تھا
سوائے جامۂ فطرت اسے نصیب تھا کیا
نہ پیرہن کوئی تہذیب اور تمدن کا
نہ معرفت کا عمامہ ، نہ آگہی کی قبا
بشر کو جامۂ انسانیت پنھانا تھا
کہ آدمی کو ابھی آدمی بنانا تھا

(۲۲)

جہانِ نو میں بشر کی یہ پہلی منزل تھی
محیط تھی رہ انسانیت میں تاریکی
نہ کوئی بزم و ادارہ نہ انجمن کوئی
نہ بربنائے سیاست بشر سے ہمدردی
نہ اسلحوں کی دھمک امن کی خدائی میں
نہ سیم و زر کی کھنک کاسۂ گدائی میں

(۲۳)

بشر کو خلق کیا تھا خدائے برحق نے
اسی نے اس کی ہدایت کے انتظام کئے
برائے تربیتِ فکر انبیاءؑ بھیجے
جنھوں نے ذوقِ تمدن کے اس کو درس دیئے
ہوا تھا عام مقدم جو آدمی کے لئے
کئے تھے لوح و قلم اس نے خلق اسی کے لئے

(۲۴)

بڑا وسیع و ہمہ گیر تھا وہ حق کا نصاب
نہ جانے کتنے مضامین، کس قدر ابواب
ہر ایک باب حیات بشر کی ایک کتاب
ہر اک کتاب تھی انسانیت کا لب لباب
تھا اس نصاب کا مقصد حق آشنا کرنا
بشر کو عظمت انسانیت عطا کرنا

(۲۵)

تھی اس نصاب کی وحدت میں عام کی کثرت
علومِ منزلت رب ، مقام عبدیت
شہود و شاہد و مشہود و غائب و غیبتؑ
خدا کی معرفت، انساں کی اپنی ذات کا علم
فقط زمیں کا نہیں ، ساری کائنات کا علم

(۲۶)

نصابِ مذہبِ حق کی کتاب کے عنواں
وفا، خلوص، ادب، نظم، ضبط، صبر، ایماں
یقین، صدق، عبادت، خود آگہی، عرفاں
جہادِ نفس، شجاعت، جہاد سیف و زباں
معاشیات و زر و اقتصاد کی باتیں
حقوق رب کی ، حقوق عباد کی باتیں

(۲۷)

علیؑ سے دین کا مطلب کسی نے جب پوچھا
ملا جواب بصد اختصار صرف اتنا
بغیرِ چوں و چرا پیرویٔ حکمِ خدا
تمام خلق کو پیغام پھر محبت کا
ہے بند کوزہ میں دریا، جواب نقطے میں
کہ جس طرح سمٹ آئے کتاب نقطے میں

(۲۸)

مگر جہاں میں مذاہب نہیں ہیں سب برحق
کئی کے راہبروں نے پڑھا نہ حق کا سبق
خدا سے ان کا نہیں کوئی رابطہ مطلق
ہے دن کو لب پہ جو حق حق تو رات کو ہو حق
نہ حق سے ان کو غرض رات کو، نہ کچھ دن کو
کئی نے مل کے بہ اجماع چن لیا جن کو

(۲۹)

نبوت اور امامت کسی کو تم کیوں دو
ہے اختیار سے باہر اگر کسی کو چنو
غلط ہے پھر بھی گر اجماع کل انساں ہو
یہ منصب ان کے خدا مصطفیٰ کرے جن کو
کسی زمانے میں انساں نے یہ غضب نہ کیا
کبھی نبیؐ کوئی بندوں سے منتخب نہ کیا

(۳۰)

کبھی عوام کی جانب سے یہ چنے نہ گئے
کسی بھی قوم نے رہبر یہ منتخب نہ کئے
یہ اور بات کہ کچھ بن گئے نبی خود سے
کچھ اور بڑھ کے خدائی کے کر گئے دعوے
سب ان کے مذہب و دین و اصول جھوٹے ہیں
بنے ہوئے یہ خدا و رسول جھوٹے ہیں

(۳۱)

یہاں مراد ہے مذہب سے وہ طریقِ حیات
جو ہو خدا کی طرف سے بشر کو راہِ نجات
ہوں جس سے آئینہ انسانیت کی جملہ صفات
اس آئینہ میں جھلکنے لگے خدا کی ذات
جنان سے جس کے گلستاں میں پھول آئے ہیں
وہ جس کو لے کے خدا کے رسول آئے ہیں

(۳۲)

یہ اہتمامِ ہدایت خدا کو تھا منظور
دیا جو پہلے بشر کو زمیں پہ حکم ظہور
اسی کو اپنی خلافت پہ کر دیا مامور
بس اب خدا کی طرف سے یہ بن گیا دستور
ہدایت بشری انتظام قدرت ہے
ملے جو حق سے بلا فصل وہ خلافت ہے

(۳۳)

زمیں پہ صبح کی پہلی کرن تھی جس کی جھلک
ہے آج تک اسی خورشید دینِ حق کی چمک
اسی کے دائرہ حق میں ہیں سما و سمک
وہی ہے سلسلہ آدمؑ سے لے کے خاتمؐ تک
اسی نے راہ تمدن ہمیں دکھائی ہے
اسی نے ہم کو یہ انسانیت سکھائی ہے

(۳۴)

نگاہِ حق میں ہے مذہب تو بس یہی اسلام
سلامتی کا جو دنیا کو دے رہا ہے پیام
ہر اک نبیؐ نے کیا ہے اسی پیام کو عام
یہی پیام ہے ہر عہد کے بشر کے نام
اسی پیام میں انسانیت کی عظمت ہے
خدا کی دی ہوئی نعمت، خدا کی نعمت ہے

(۳۵)

پیام یہ ہے کہ خالق ہے واحد و یکتا
نہ وہ شریک، نہ کوئی شریک ہے اس کا
سوائے اس کے نہ معبود دوسرا، نہ خدا
ہر اک بشر ہے اس لاشریک کا بندا
بنائے دوستی توحید پر اگر ہوگی
وہ قومیت کی حدوں سے وسیع تر ہوگی

(۳۶)

خدائے واحد و یکتا و لاشریک کا ڈر
نکال دیتا ہے دل سے تمام خوف و خطر
ہو بارگاہِ خدا میں جو سجدہ ریز بشر
وہ سر جھکا نہیں سکتا کسی کی چوکھٹ پر
یہ ایک سجدہ جو انساں پسند کرتا ہے
یہی بشر کی خودی کو بلند کرتا ہے

(۳۷)

اسی پیام کا اک جزو ہے عدالت بھی
نظامِ عدل پہ قائم ہے زندگی ساری
یہی ہے شرط اساسی نظام مذہب کی
خدا ہے عادل و منصف، وہ ظلم سے ہے بری
جو ظالموں میں ہیں، رحمت سے بہرہ مند نہیں
خدا کو ظلم کسی حال میں پسند نہیں

(۳۸)

عطا جو کی تھی خلافت زمین کی حق نے
خلیل حق نے یہ پوچھا تھا اپنے خالق سے
دیا ہے تو نے جو یہ عہدۂ جلیل مجھے
اب اس میں حکم ہے کیا میری ذریت کے لئے
زروئے عدل تحمل نہ تھا جو سہل اس کا
ملا جواب کہ ظالم نہ ہوگا اہل اس کا

(۳۹)

یہ قولِ حق ہے ، اسی کو بنایئے معیار
اگر خلافتِ حق کا ہو کوئی دعوے دار
تو پہلے دیکھئے آپ اس کی سیرت و کردار
پھر اس کے بعد کوئی فیصلہ نہیں دشوار
کسوٹی اس کی نہ اجماع ہے، نہ بیعت ہے
سند خلافتِ حق کی فقط عدالت ہے

(۴۰)

نہیں پسند جو مذہب کو ظلم و زور و ضرر
کتابِ حق میں مذمت ہے اس کی سرتاسر
جہاں پہ آ گیا قرآں میں ذکرِ فتنہ و شر
وہاں ''اشدّ من القتل'' کہہ دیا کھل کر
اسی کتاب میں ''لاتفسدو فی الارض'' بھی ہے
اسی کتاب میں ظالم پہ لعن فرض بھی ہے

(۴۱)

یہ وہ کتاب ہے لائے جسے رسولِ انام
رسول وہ جسے کرتی ہے ، روح عصر سلام
پھر اس کے بعد امامت ہے ایک جزوِ پیام
یہی ہے بعدِ رسالت محافظِ اسلام
معاد آخری جزوِ پیامِ باری ہے
شک اس میں بھی ہے، قیامت یہی تو ساری ہے

(۴۲)

یہ دیں ہے فلسفۂ زندگیٔ عدل نہاد
مٹانے آیا ہے دنیا سے جو عناد و فساد
ہیں ایک دین کے چھ رکن از رہ تعداد
نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ و خمس و جہاد
انھیں سے سیرت و کردار کی طہارت ہے
جہاں ہو ان پہ عمل ، وہ زمین جنت ہے

(۴۳)

نماز ، پیشِ خدا سر کے ساتھ دل کا جھکاؤ
نماز ، حسنِ ازل کی طرف نظر کا کھنچاؤ
نماز ، قلب و زباں کا بہم خدا سے لگاؤ
نماز ، فطرت خودسر میں عبدیت کا رچاؤ
نماز کبر کی رد ، عجز و انکسار کا نور
جبیں پہ مہرِ وفا ، دل میں کردگار کا نور

(۴۴)

نماز ، قول و قرار الست دہرانا
نماز ہی سے تو بندے نے رب کو پہچانا
نماز ، خلوت محبوب میں جگہ پانا
نماز ، جلوۂ نور خدا میں کھو جانا
نماز یوں نہ ہوئی گر تو معتبر نہ ہوئی
کہ تیر پاؤں سے کھینچا گیا ، خبر نہ ہوئی

(۴۵)

وہ جس کی جائے ولادت بنے نماز کا گھر
کرے نماز میں جو ساری ساری رات بسر
مگر بہ مرضیٔ رب ، بہرِ حفظِ پیغمبرؐ
نمازِ عشق پڑھے سو کے فرش ہجرت پر
اسی کو اصل میں طاعت گذار کہتے ہیں
اسی کو عابد شب زندہ دار کہتے ہیں

(۴۶)

نماز وہ جو عبادت کا مدعا ہو جائے
نماز وہ ، سرِ مقتل بھی جو ادا ہوجائے
نماز وہ کہ نمازی بھی خود فدا ہوجائے
نماز وہ جو شہادت کا منتہا ہوجائے
ہو زیر تیغ قضا ، زندگی طراز نماز
نفس کی آمد و شد کی صدا نماز نماز

(۴۷)

نماز ہی کی طرح رکن دیں ہے روزہ بھی
مآل جس کا ہے انسانیت سے ہمدردی
یہ بھوک پیاس کی تکلیف دے کے چند گھڑی
جگاتا رہتا ہے احساس درد ناداری
جہاد نفس بھی، ایثار بھی ہے، فرض بھی ہے
خدا کا حکم بھی ہے، عبدیت کا قرض بھی ہے

(۴۸)

مگر قبول تو روزہ وہی ہے پیش خدا
ادھر ہو ساعتِ افطار، ادھر یہ آئے صدا
کہ اک فقیر و یتیم و اسیر ہے بھوکا
تو دے کے روٹیاں روزے پہ رکھ لے خود روزہ
سخا ہو ایسی کہ حاتم کا دل بھی ہل جائے
عطا ہو وہ کہ سند ہل اتی کی مل جائے

(۴۹)

ہے رکن سوم اسلام حج بیت اللہ
نہ رنگ و نسل، نہ قوم و وطن کو جس میں ہے راہ
عمل، لباس، مقاصد، سب ایک پیشِ نگاہ
جو اس حقیقت مذہب اساس پر ہیں گواہ
سیہ سفید و بعید و قریب ایک سے ہیں
نگاہ دیں میں امیر و غریب ایک سے ہیں

(۵۰)

نظامِ زر کے لئے خمس بھی زکوۃ بھی ہے
نبیؐ کی آل، کا حق ہے تو حق کی بات بھی ہے
فلاح ذات بھی ہے، قوم کی حیات بھی ہے
یہ حلِ مسئلہء اقتصادیات بھی ہے
اسی سے دجلۂ غربت عبور ہوتا ہے
اسی سے قوم کا افلاس دور ہوتا ہے

(۵۱)

زکوۃ و خمس ہے تقسیم زر کا ایسا نظام
مٹا دے ملت بوذر سے بے زری کا جو نام
نہ اس پہ صدقے کی تہمت، نہ بھیک کا الزام
یہ حق ادا ہو تو ہو قوم کا بخیر انجام
بحکم شرع جو تقسیم زر شعوری ہو
معاشرے کی ہر اک احتیاج پوری ہو

(۵۲)

جہاد آخرِ ارکان دیں بشرط و شروط
نظامِ عدل سے اس کے اصول میں مربوط
حدِ دفاع سے آگے کھنچے ہیں اس کے خطوط
اسی سے قلعۂ اسلام ہو گیا مضبوط
اسی کو ہیبت باطل شکار کہتے ہیں
اسی کو قوت پروردگار کہتے ہیں

(۵۳)

جہاد، جبر و تعدی سے صبر کی پیکار
جہاد، رزم گہ حق میں تیغ کی جھنکار
معاشرے کی حفاظت کو فرد کا ایثار
زباں پہ حق کی گواہی، گلے پہ تیغ کی دھار
جہاد عہد وفا رب مشرقین کے ساتھ
جہاد شان وغا جرأت حسینؑ کے ساتھ

(۵۴)

جہاد نشۂ ایماں، جہاد حق کی ترنگ
جہاد موت کے پردے میں زندگی کی امنگ
جہاد شیشۂ پندار شر پہ ضربت سنگ
جہاد ظلم و ستم کے خلاف عدل کی جنگ
جو تھے تلے ہوئے حق سے فساد کرنے کو
حسینؑ اٹھے تھے انھیں سے جہاد کرنے کو

(۵۵)

وہ زر پرست ، وہ انساں کے دشمن جانی
ملوکیت کے وہ بندے ، وہ ظلم کے بانی
خود اپنی ذات کے قیدی ، ہوس کے زندانی
خیال اسیر ، نظر کور ، عقل دیوانی
خدا کے دین کی ذلت شعار تھا ان کا
امیرِ شام ہی پروردگار تھا ان کا

(۵۶)

سیاہ فکر ، سیہ دل ، سیہ نظر شامی
رخوں سے جن کے عیاں قلب کی سیہ فامی
درندگی میں زبردست ، ظلم میں نامی
خلافِ حکمِ خدا کام ، نام اسلامی
نہ آدمی تھے ، نہ کردار میں وہ انساں تھے
جو نام کے تھے تو کس کام کے مسلماں تھے

(۵۷)

نہ علم و فضل ، نہ تقویٰ ، نہ سیرت و کردار
نہ لطف و رحم و مروت ، نہ شفقت و ایثار
جفا و جور و شقاوت میں بربر و تاتار
درندہ خو ، ستم ایجاد ، بھیڑیئے ، خوں خوار
غلام زینت دنیا کے زیب وزین سے تھے
بہ ایں صفات وہ بیعت طلب حسینؑ سے تھے

(۵۸)

حسینؑ عظمتِ انساں کا مہر تابندہ
حسینؑ دہر میں اللہ کا نمائندہ
حسینؑ ملک دل مصطفی کا باشندہ
حسینؑ دیں کا سہارا کل ، آج ، آئندہ
حسینؑ جانِ عمل ، پیکرِ صداقت ہے
حسینؑ حریت فکر کی علامت ہے

(۵۹)

حسینؑ گوہرِ بطحا ، حسینؑ درِ نجف
حسینؑ وارثِ اوصاف ، مالکِ رف رف
حسینؑ سلسلۂ پنجتن کی حد شرف
حسینؑ پانچ صحیفوں کا آخری مصحف
ہر ایک قافلۂ عشق کا امام ، حسینؑ
ہر ایک عہد میں انسانیت کا نام ، حسینؑ

(۶۰)

حسینؑ لعل و گہر ہیں ، یزید خاک و خزف
یہ ذوالفقار کے وارث ، وہ اہلِ ساغر و دف
یزید کفر کی جانب ، حسینؑ حق کی طرف
حسینؑ بعد محمدؐ کے سازشوں کا ہدف
یزید فطرت سفیانیت کا پیکر ہے
حسینؑ تربیتِ مصطفیؐ کا جوہر ہے

(۶۱)

حسینؑ دیکھتے کیسے ، بگڑ رہا تھا سماج
ملوکیت میں ڈھلا جا رہا تھا دیں کا مزاج
رذیل صاحبِ ثروت ، شریف تھے محتاج
سگانِ دہر بھی شیروں سے مانگتے تھے خراج
نبیؐ کی تھی یہ صدا ، میرے دل کے چین ، اٹھو
خدا کے دین کی فریاد تھی ، حسینؑ اٹھو

(۶۲)

حسینؑ گوشہ نشیں ، شاہ دیں ، مگر بے کس
خدا کے شکر میں مصروف ایک ایک نفس
برائے رشتۂ جاں چند جَو کے لقمے بس
نہ اقتدار کی خواہش ، نہ مال و زر کی ہوس
اٹھے تو ملک نہ مال و منال کی خاطر
فقط تحفظِ حق کے سوال کی خاطر

(۶۳)

چلے تو قافلۂ اہلِ دل بھی ساتھ چلا
دلاورانِ علیؑ ، ضیغمان شیرِ خدا
مخدرات طہارت ، رسولؐ کا کنبا
صغیر سِن کئی ، ایک،ایک ماہ کا بچّا
تڑپ کے رہ گئی صغرا بھی ساتھ جانے کو
اکیلی رہ گئی بیمار غم اٹھانے کو

(۶۴)

یہ حق کا قافلہ جب منزل شرف سے بڑھا
ہلالِ ماہِ محرم حسینؑ نے دیکھا
علی الصباح جو شہؑ نے وہاں سے کوچ کیا
کثیر فوج لئے حر نے راستہ روکا
بڑی خطا تھی کہ شبیرؑ کو ملال دیا
لجامِ توسنِ مولاؑ پہ ہاتھ ڈال دیا

(۶۵)

ادھر یہ حر کی جسارت ، ادھر یہ فوج کا حال
کئی پہر سے تھا پانی کی بوند بوند کا کال
زبانیں خشک،کلیجوں میں آگ، زیست وبال
دلوں میں حوصلۂ جنگ تھا نہ جوشِ جدال
کچھ ایسے وقت کی شبیرؑ کو تلاش نہ تھی
وگر نہ حر کے لئے کیا شکستِ فاش نہ تھی

(۶۶)

حسینؑ سا بشریت نواز و دیں پرور
وقار و عظمتِ انسانیت کا پیغمبرؐ
دلِ رسولِ خدا ، جانِ ساقیٔ کوثر
گوارا کرتا وہ دشمن کی تشنگی کیونکر
اب اس کے فیض کی رن میں سبیل جاری ہے
وہ جس کو دشمن جانی کی جاں بھی پیاری ہے

(۶۷)

یہ حکم بھائی کو ہے کوئی تشنہ لب نہ رہے
بشر تو کیا ہیں، ہر اک جانور بھی ڈٹ کے پیئے
عدو سہی ،کوئی انسان پیاس سے نہ مرے
خود اپنے واسطے پانی بچے بچے نہ بچے
حسینؑ کا یہ عمل آج بھی بتاتا ہے
یہ دین ہی ہے جو انسانیت سکھاتا ہے

(۶۸)

ہوا حسینؑ کا جب کربلا میں حر مہماں
نبیؐ کے لال تھے خود تین دن سے تشنہ دہاں
قریب در کے گئی فاطمہؑ کی راحت جاں
نظر جھکائے ،خجل ،شرمسار و اشک افشاں
کنیز حر سے بصد احترام کہتی ہے
تمھیں نبیؐ کی نواسی سلام کہتی ہے

(۶۹)

وہ حر جو حق کا مخالف تھا ایک دن پہلے
تھا ناشناس وہ انسانیت کی قدروں سے
ملی جو دین کی دولت حسینؑ تک آئے
وہ پائی منزلِ انسانیت کہ کیا کہئے
وفاؤں کا سرِ مقتل جو امتحاں ٹھہرا
یہی دلیر تھا جو میرِ کارواں ٹھہرا

(۷۰)

حسینؑ آئے تھے لے کر محبتوں کے پیام
مگر تلے تھے جفا پر یزیدیت کے غلام
ابھی نمازِ سحر کو کھڑے ہوئے تھے امامؑ
کہ حکم عام ہوا یہ برائے لشکرِ شام
ابھی سے دین پہ دنیا یہ تنگ ہوجائے
چلاؤ تیر کہ آغاز جنگ ہوجائے

(۷۱)

اُدھر تھیں پاؤں میں نمرودیت کی زنجیریں
ادھر تھیں خواب خلیل خدا کی تعبیریں
اُدھر جفا کی ، اِدھر تھیں وفا کی تصویریں
اُدھر سے تیر چلے، اس طرف سے تکبیریں
انھوں نے راستہ امن و اماں کا بند کیا
انھیں نے عظمت یزداں کا سر بلند کیا

(۷۲)

اٹھے جہادِ دفاعی کو اب امیرِ عرب
صفیں جمانے چلے رن کو جاں نثار بھی سب
نپے تلے ہوئے قدموں کا زیروبم تھا غضب
قدم قدم سے ہم آہنگ نعمۂ رب رب
نظر نظر کی تڑپ بجلیاں گراتی تھی
نفس نفس سے صدا یا علیؑ کی آتی تھی

(۷۳)

وہ کفر وحق کی لڑائی ، وہ خیروشر کی ستیز
وہ ضیغموں کا جھپٹنا ، وہ بزدلوں کا گریز
وہ راکبوں کی جھجک ، مرکبوں کی وہ مہمیز
وہ دشت حشر بداماں ، وہ رن قیامت خیز
یہ بات عزت اجداد تک جو آئی تھی
غضب کی جنگ تھی ، گھمسان کی لڑائی تھی

(۷۴)

ادھر عدو نے بپا عرصۂ جدال کیا
حسینیوں کے لہو سے زمیں کو لال کیا
جفا و جور سے انسان کا یہ حال کیا
حرام کردیا پانی ، لہو حلال کیا
خیام آل نبیؐ تک نہ جا سکا پانی
ستم کی حد ہے کہ اصغرؑ نہ پاسکا پانی

(۷۵)

یہ کربلا کوئی اک حادثہ نہیں تھی حضور
بروئے کار تھا پیہم ملوکیت کا شعور
تھا روز بدر سے باطل کے قلب میں ناسور
عناد وبغض دلوں میں تھا اس قدر بھرپور
اسی طرح ہدف خنجر و سناں ہوتے
حسینؑ کیا ہیں ، محمدؐ بھی گر یہاں ہوتے

(۷۶)

حسینؑ ، خوب سمجھتے تھے اس حقیقت کو
مگر تھی فکر کہ دعویٰ ہو تو دلیل بھی ہو
ملوکیت کو بہر طور بے نقاب کرو
کسی بھی رخ سے اسے عذر کا نہ موقع دو
جبھی تو بھیج دیا رن میں اپنا لال ایسا
نبیؐ زمانے کو یاد آگئے ، جمال ایسا

(۷۷)

گیا جو رن میں شبیہ رسول عرش جناب
درود پڑھنے لگے دیکھ کر وہ خانہ خراب
مگر ستم بھی وہ ڈھائے کہ جن کی حد نہ حساب
ملایا خاک میں تصویرِ مصطفیؐ کا شباب
بن نمیر نے ماری سناں جو سینے میں
نبیؐ کی قبر لرزنے لگی مدینے میں

(۷۸)

سناں نے جب دل اکبرؑ کے کردیئے پارے
بجائے فتح کے فوج لعیں نے نقارے
پسر کے سینہ سے چھوٹے لہو کے فوارے
پکڑ کے رہ گیا دل باپ درد کے مارے
خبر ہوئی دل زینبؑ کو آپ سے پہلے
پھوپھی پہنچ گئی لاشے پہ باپ کے پہلے

(۷۹)

چڑھا ہوا تھا ابھی رن میں جنگ کا پارا
حسنؑ کے لال نے ازرق سے دیو کو مارا
علیؑ کے شیر نے ساحل جھپٹ لیا سارا
عدو تبسم اصغرؑ سے بے طرح ہارا
امامؑ رن پہ چڑھے تو عدو سے چڑھ کے لڑے
حسینؑ تشنہ لبی میں علیؑ سے بڑھ کے لڑے

(۸۰)

مگر جہاد حسینی فقط دفاعی تھا
کسی کو اذن نہ تھا قتل عام کرنے کا
مقابلے پہ اگرچہ تھے دشمنان خدا
مگر بس اتنی اجازت ، دفاع ہو اپنا
ثبوت اہلبیت فتح سر بسر دے دیں
تو سر بلندیٔ مذہب کو اپنا سر دے دیں

(۸۱)

کسے مجال کہ حکمِ امامؑ رد کردے
بصدقِ دل سرِ تسلیم خم کئے سب نے
لڑے تو یوں وہ دفاعی حدود ہی میں لڑے
نہ دیں پہ حرف ، نہ انسانیت پہ آنچ آئے
وہ جنگ کی کہ عدو بوکھلا کے بھاگ اٹھا
پھر اس کے بعد شہادت کا شوق جاگ اٹھا

(۸۲)

سبھی کو فکر کہ قربان کردیں زر ، گھر ، سر
خدا کی راہ میں سب کچھ لٹادیں جی بھر کر
جبھی تو وہب ہوئے جب نثار سرور پر
کھڑی تھی خیمہ کے در پر شہید کی مادر
قضا کے پنجے میں اس نونہال کو دیکھا
شہید ہوتے ہوئے اپنے لال کو دیکھا

(۸۳)

یہ کہہ کے ماں کی طرف سر وہ پھینکا قاتل نے
امیرِ شام کا تحفہ سمجھ کے رکھ لے اسے
کیا نہ پیار ، نہ اس کو لگایا سینے سے
پھر اس کو پھینک دیا ماں نے رن میں یہ کہہ کے
تمہیں رکھو کہ یہ صدقہ شہؑ انام کا ہے
مرا نہیں ہے یہ ہدیہ خدا کے نام کا ہے

(۸۴)

ادھر وہ جور و جفا و ستم ، وہ بے رحمی
ملے گی جس کی نہ تاریخ میں مثال کوئی
وہ قتلِ آلِ محمدؐ ، وہ شامیوں کی خوشی
نبیؐ کے گھر میں عزاء، ان کے گھر میں عید آئی
بھری پڑی تھی جو کل کربلا درندوں سے
کوئی بچا نہ ان انساں نما درندوں سے

(۸۵)

ہر اک جفا پہ ادھر شکر کی ادا ایسی
کسی نے صبر کی دیکھی نہ انتہا ایسی
خدا کی راہ میں دی جان تک ، سخا ایسی
پہنچ کے نہر پہ پیاسے رہے ، وفا ایسی
بچا سکے نہ جو مشکیزہ نہر سے لا کے
وہ ہاتھ پھینک دیئے بازوؤں سے کٹوا کے

(۸۶)

جب آئے عون و محمدؐ کے دشت سے لاشے
بصد خلوص کئے ماں نے شکر کے سجدے
بہن کے پاس جو پرسے کو شاہِ دیں آئے
کہا یہ بیٹوں کی لاشوں پہ ماں نے خوش ہو کے
زہے نصیب ، شہ مشرقین آئے ہیں
اٹھو سلام کو بچّو ، حسینؑ آئے ہیں

(۸۷)

پھر آیا لاشۂ قاسمؑ بھی بعد پامالی
نہ لاش لاسکے عباسؑ کی شہ عالی
ربابؑ کی بھی ہوئی گود عصر تک خالی
مگر حسینؑ نے بھی اپنی بات منوالی
بھلا یزید کہاں ، شاہِ مشرقین کہاں
سوال بیعت فاسق کہاں ، حسینؑ کہاں

(۸۸)

جب اہلِ دیں میں ہراک دینِ حق کے کام آیا
عدو کے سمت سے پھر جنگ کا پیام آیا
بہن سے لے کے رضا رن میں اب امامؑ آیا
ہزاروں خون کے پیاسوں میں تشنہ کام آیا
نشست رخش پہ دلدل سوار کی صورت
کمر میں تیغ شہ ذوالفقار کی صورت

(۸۹)

تمام کرنا تھی حجت جو شہؑ کو آخر کار
عدوئے دیں کو نصیحت کیا کئے سرکار
مگر تلی تھی جفاؤں پہ قوم ناہنجار
تمام ہو گئی حجت تو کھینچ لی تلوار
کھنچی تو تن کے چلی تیوریاں چڑھا کے چلی
لپک کے طیش میں بل کھا کے تلملا کے چلی

(۹۰)

غضب کی تیغ تھی تیغ حسینؑ ابن علیؑ
علیؑ کے گھر میں جو کفار کے لہو سے پلی
نہ منتوں سے رکی وہ نہ منتوں سے ٹلی
چلی تو قہر خدائے جلیل بن کے چلی
وہ ہول جول مچی ہاتھ پاؤں پھول گئے
ملک بھی نادِ علیؑ پڑھتے پڑھتے بھول گئے

(۹۱)

نیام میں تھی تو مشغول یہ درود میں تھی
کھنچی جو رن میں، عبادات کے حدود میں تھی
عدو کے سر پہ جو بیٹھی تو یہ قعود میں تھی
جو سر سے آئی زمیں پر تو پھر سجود میں تھی
سجود اس کا نہ کیوں وجہ امتیاز بنے
نماز کو پرِ جبرئیل جا نماز بنے

(۹۲)

جنودِ شام میں ہیبت بھی اس کی، دھاک بھی ہے
عدو سے جھک کے یہ ملتی ہے، پر تپاک بھی ہے
مزے سے پیتی ہے خوں مے کشی سے باک بھی ہے
لہو سے غسل بھی کرتی ہے اور پاک بھی ہے
یہ رازدانِ شریعت کمال کرتی ہے
حرام کو کھلے بندوں حلال کرتی ہے

(۹۳)

خلش میں خار حسد ہے، جلن میں نار سعیر
چبھن میں نشترِ ابروئے شاہِ خیبر گیر
جبینِ دشمنِ ایماں پہ موت کی تحریر
ہمارے ہاتھ میں آئے تو زندگی کی لکیر
نصیبِ دشمنِ اسلام میں رقم تھی یہی
ازل میں کاتبِ تقدیر کا قلم تھی یہی

(۹۴)

سوادِ شام میں چمکی رخ سحر کی طرح
دلوں پہ بیٹھ گئی نقشِ کالحجر کی طرح
ہوا میں اڑتی تھی فطرس کے بال و پر کی طرح
تمام فوج میں پھرتی تھی اپنے گھر کی طرح
رکے جو خود و سپر سے وہ اس میں نوک نہ تھی
کہیں یہ اس کے لئے کوئی روک ٹوک نہ تھی

(۹۵)

اِدھر یہ تیغ ، اُدھر راہوار صرصردم
حشم میں اپنے کو رف رف سے جانتا تھا نہ کم
جبھی تو ناز سے رکھتا نہ تھا زمیں پہ قدم
تھا دعوے دار کہ بس وارث براق ہیں ہم
ثبوت ساتھ ہے جس سے بڑا دلاسہ ہے
کہ پشت پر شہؑ معراج کا نواسہ ہے

(۹۶)

اسد جلالت و ضیغم نگاہ و ببر خصال
جھپٹ عقاب کی ، رم آہوؤں کا، شیر کی چال
تھی روندنے میں مہارت، جھنجھوڑنے میں کمال
وہ شیر دل تھا کہ گھوڑوں کو کردیا پامال
فرس کے سائے سے منھ دشمنوں کا کالا تھا
جو اس کے منھ پہ چڑھا ، موت کا نوالا تھا

(۹۷)

یہ جاں لڑاکے لڑا جانِ حیدرؑ کرار
کہ رن میں شور مچا ، رحم کیجئے سرکار
سنی جو نفس نے ہاتف سے ارجعی کی پکار
تو بس ''رضاً بقضاً'' کہہ کے روک لی تلوار
ہوا ہجوم یداللہ کی نشانی پر
سپاہ ٹوٹ پڑی فاطمہؑ کے جانی پر

(۹۸)

وہ اک حسینؑ غریب اور لاکھ دشمن جاں
کوئی چبھوتا ہے خنجر تو کوئی نوک سناں
کوئی لگاتا ہے پتھر تو کوئی گرز گراں
زمیں پہ خونِ محمدؐ کی ندیاں ہیں رواں
بتول دیکھ رہی ہیں لہولہاں اس کو
جو بس چلے تو کلیجے میں رکھ لے ماں اس کو

(۹۹)

امامؑ وقت کو کرکے شہید تیغ جفا
سپاہ شام نے شہ کے خیام کو لوٹا
گہر سکینہ کے کھینچے ، اتارنا کیسا
تڑپ کے درد سے چلا اٹھی وہ ہائے چچا
بس اس خطا پہ ستم اور بھی وہ ڈھانے لگے
طمانچے مار کے بچی کو چپ کرانے لگے

(۱۰۰)

اسیر ہو کے گئے جب حرم سوئے دربار
وہاں بھی مورد تحقیر دین اور دیندار
وہی یزید وہی اس کی پستیٔ کردار
وہی سیاست باطل ملوکیت کا شعار
خدا کے دیں کا تمسخر، کتاب کی تذلیل
حسینؑ کیا کہ رسالت مآب کی تذلیل

(۱۰۱)

عجیب طرح کا دربار میں تھا ظلم وستم
تھے مجرموں کی طرح بے کس و اسیر حرم
یزید تخت حکومت پہ تھا بہ جاہ و حشم
سرِ حسینؑ تھا طشت طلا میں زیر قدم
شہید ظلم پہ یہ ظلم نابکار ، افسوس
لب حسینؑ پہ چوب ستم ، ہزار افسوس

(۱۰۲)

ستم یہ باپ پہ دیکھا گیا نہ عابدؑ سے
کہا یزید سے ، ظالم یہ کیا کیا تونے
چھڑی حسینؑ کے لب سے ہٹا خدا کے لئے
یہ لب وہی تو ہیں جن کو رسولؐ چومتے تھے
حساب ظلم کا یوم حساب کیا دے گا
نبیؐ کو حشر میں ظالم جواب کیا دے گا

(۱۰۳)

کہا یزید نے ، کیسے رسولؐ ، کیسا دیں
خوش آج ہوں گے وہ مقتول بدر تھے جو حزیں
علیؑ کے مارے ہوئے کیوں نہ پائیں اب تسکیں
ذلیل ہوگئے جب تم خدا پہ کرکے یقیں
کہا یہ فخر سے عابدؑ نے ، شکر نعمت ہے
خدا کی راہ میں ذلت ہماری عزت ہے

(۱۰۴)

وہ بولا ، مذہب و وحی و کتاب وحکم اللہ
یہ سب کا سب بنی ہاشم کا ڈھونگ تھا واللہ
ادھر یہ دیں کی تھی تکذیب اور لب گمراہ
ادھر اذاں نے کہا لا الہٰ الااللہ
اِدھر یہ فتح کا اعلان اہل دیں کے لئے
اُدھر یہ منھ پہ طمانچہ تھا اس لعیں کے لئے

(۱۰۵)

یہ چوٹ کھائی جواب اس ذلیل وظالم نے
دیا یہ حکم کہ عابد کو کوئی قتل کرے
یہ سن کے آگئیں زینبؑ امامؑ کے آگے
کہا کہ پہلے مجھے قتل کر خدا کے لئے
امامؑ دیں ہے رسول خدا کا جانی ہے
یہ میرے بھائی کی بس آخری نشانی ہے

(۱۰۶)

سکینہ سن کے یہ بھائی سے دوڑ کے لپٹی
رسن گلے کی اچانک کھنچی تو چیخ اٹھی
پدر کے سر کی طرف ہاتھ اٹھا کے یہ بولی
قسم ہے آپ کو بابا میری محبت کی
مجھے چھڑاتے ہیں ظالم یہ میرے بھائی سے
مرے چچا کو بلا دیجئے ترائی سے

(۱۰۷)

یزید بولا ، ہے الفت حسینؑ کو تم سے
کہا کہ سینہ پہ اپنے مجھے سلاتے تھے
وہ بولا ، اچھا تو سر خود سے گود میں آئے
پکاری باپ کی جانب وہ ہاتھ پھیلا کے
یہ امتحاں ہے نیا غم کی مبتلا کے لئے
ہماری گود میں آجایئے خدا کے لئے

(۱۰۸)

یہ سن کے طشت سے اٹھ کر سرِ حسینؑ چلا
چہیتی بیٹی کی گودی میں بڑھ کے آ پہنچا
خوشی سے اس نے پدر کے لبوں کو چوم لیا
مگر سکینہ نے زنداں میں جب یہ سر پایا
وہاں غضب ہوا ساحرؔ ، گذر گئی بچی
لبوں کو چوم کے بابا کے مر گئی بچی

(ماخوذاز ''احساس غم'' مجموعہ مراثی،صفحہ نمبر ۲۷۹ تا ۳۱۷)



مدحتِ حضرت حسنؑ

جو شخص جتنا ہے حسنِ مجتبیٰؑ سے دور
اُتنا ہی وہ رہے گا رسولِؐ خدا سے دور
ہم ہیں غریقِ بحرِ کرم رہ کے ناؤ پر
مردہ ہیں جو ہیں کشتی سے اور ناخدا سے دور
اس عہدِ بے خلوص کے عالم عجیب ہیں
دولت سے لَو لگائے ہیں پر ہیں خدا سے دور
آنکھیں ہیں ٹھیک، کج نظری کے شکار ہیں
رکھتے ہیں کان پھر بھی ہیں سمعِ صدا سے دور

ندیٰ الہندی

